خلاصۂ مضامینِ
قرآنِ حکیم

پندرہواں پارہ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی

خلاصہ ٔمضامینِ قرآن

پندرہواں پارہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝

(بنی اسرائیل:۱)

سورۂ بنی اسرائیل

☆ آیات کا تجزیہ :

- آیت ۱ — سفرِ معراج مسجدِ حرام تا مسجدِ اقصیٰ
- آیات ۲ تا ۱۰ — بنی اسرائیل کے لیے عبرت و نصیحت
- آیات ۱۱ تا ۲۲ — پوری نوعِ انسانی کے لیے عبرت و نصیحت
- آیات ۲۳ تا ۴۰ — اسلام کی معاشرتی ہدایات
- آیات ۴۱ تا ۶۰ — مشرکینِ مکہ کے ساتھ کشمکش
- آیات ۶۱ تا ۶۵ — ابلیس کی انسان دشمنی
- آیات ۶۶ تا ۷۰ — اللہ کے احسانات اور انسانوں کی ناشکری
- آیات ۷۱ تا ۱۰۰ — مشرکینِ مکہ کے ساتھ کشمکش
- آیات ۱۰۱ تا ۱۰۴ — بنی اسرائیل کا ماضی و مستقبل
- آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹ — عظمت و تاثیرِ قرآن
- آیات ۱۱۰ تا ۱۱۱ — توحیدِ باری تعالیٰ

آیت ۱

واقعۂ معراج ...... زمینی سفر کا بیان

اِس آیت میں واقعۂ معراج کے دوران نبی اکرم ﷺ کے زمینی سفر کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک ہی رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ لے گیا۔ مسجد اقصیٰ میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے چند عجائبات کا مشاہدہ کرایا۔ اِس زمینی سفر کا مقصد اِس بات کا اظہار تھا کہ بنی اسرائیل کو مسجدِ اقصیٰ کی تولیت سے معزول کردیا گیا ہے۔ اب مسجدِ حرام کی طرح اِس مسجد کی تولیت بھی نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کے سپرد کردی گئی ہے۔

آیات ۲ تا ۳

ہدایتِ ربانی کا لب لباب ...... اللہ ہی پر بھروسہ

اِن آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو تورات عطا فرمائی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ اِس ہدایت کا لب لباب اور حاصل یہ تھا کہ توحیدِ باری تعالیٰ پر اِس طرح ایمان لایا جائے کہ کل بھروسہ، امید اور خوف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ ہو جائے۔ انسان اپنے جملہ معاملات اللہ کے حوالے کردے اور اُس کہ ہر فیصلہ کو تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کرلے۔ بقولِ اکبر الہ آبادی:

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق ، خدا مالک ، خدا کا حکم تو کیسا

آیات ۴ تا ۷

بنی اسرائیل پر عروج وزوال کے دو ادوار

اِن آیات میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے اہم ادوار کا ذکر ہے۔ اُنہیں پہلا عروج ۱۰۲۰ ق م میں حضرت طالوت کی قیادت میں حاصل ہوا جس کا ذکر سورۃ البقرہ میں ہے۔ یہاں پہلے زوال کا

ذکر ہے جو ۵۸۷ ق م میں بخت نصر کے ہاتھوں واقع ہوا۔ اِس زوال کے دوران ہیکلِ سلیمانی شہید کر دیا گیا، یروشلم تباہ کر دیا گیا، تورات ضائع کر دی گئی، لاکھوں اسرائیلی ہلاک کر دیے گئے اور بقیہ قیدی بنا لیے گئے۔ پھر اُنہیں حضرت عزیرؑ کی اصلاحی کاوشوں سے ۱۶۵ ق م میں دوسرا عروج مکابی سلطنت کی صورت میں حاصل ہوا۔ یروشلم کو پھر سے آباد کیا گیا' ہیکلِ سلیمانی دوبارہ تعمیر کیا گیا اور یادداشت کی بنیاد پر تورات کو مرتب کیا گیا۔ ۷۰ء میں دوسرا زوال اپنی انتہا کو پہنچا جب رومیوں نے ایک بار پھر ہیکلِ سلیمانی کو شہید کر دیا' ایک لاکھ سے زائد اسرائیلیوں کو ہلاک کیا اور باقی رہ جانے والوں کو یروشلم سے بے دخل کر دیا۔

آیات ۸ تا ۱۰

عروج کے حصول کا ذریعہ ...... قرآنِ کریم

اِن آیات میں بنی اسرائیل کو خبردار کیا گیا کہ اللہ اُن پر رحمت کرنا چاہتا ہے لیکن اگر اُنہوں نے سرکشی کی تو دوبارہ اُن کے ساتھ وہی کچھ ہو گا جیسا کہ پہلے دو بار ہوا۔ وہ قرآن کی بالکل سیدھی اور برحق تعلیمات پر ایمان لا کر اور اُن کے مطابق عمل کر کے تیسری بار عروج حاصل کر سکتے ہیں۔ اِس سے وہ نہ صرف دنیا میں عزت حاصل کریں گے بلکہ آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے۔ اِس کے برعکس قرآن کی ناقدری اُن کے لیے دنیا و آخرت کی ذلت کا باعث ہو گی۔ آج ہم مسلمانوں پر بھی عروج و زوال کے دو ادوار گزر چکے ہیں۔ پہلا عروج عربوں کی قیادت میں اور دوسرا عروج ترکوں کے ذریعہ حاصل ہوا۔ پہلا زوال تاتاریوں کے ہاتھوں آیا اور دوسرے زوال سے یورپی اقوام نے دوچار کیا۔ ہمیں بھی پھر سے عروج کے لیے قرآن سے تعلق کو مضبوط کرنا ہو گا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (مسلم)

''بے شک اللہ اِس کتاب کے ذریعہ قوموں کو عروج دے گا اور اس کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے زوال سے دوچار کرے گا''۔

آیت ۱۱

اللہ سے معیّن شے نہیں، بھلائی مانگو

اِس آیت میں بیان کیا گیا کہ انسان بڑا جلد باز ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اُس کی دعا فوراً قبول ہو۔ وہ اللہ سے بعض اوقات ایسی معین شے مانگ بیٹھتا ہے جو بظاہر خیر لیکن درحقیقت شر کا باعث ہوتی ہے۔ بہتر یہ کہ اللہ سے معین شے کا سوال کرنے کے بجائے صرف اور صرف بھلائی ہی مانگی جائے یعنی یہ دعا کی جائے :

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا''۔

آیت ۱۲

رات اور دن ...... اللہ کی دو رحمت بھری نشانیاں

اِس آیت میں رات اور دن کو اللہ کی دو رحمت بھری نشانیاں قرار دیا گیا۔ ایک نشانی سیاہ ہے اور دوسری روشن۔ اِن کے ذریعہ انسان آرام بھی کرتا ہے اور کام بھی۔ پھر اِن ہی کے ذریعہ برسوں کا تعین کرتا ہے اور مختلف امور کی انجام دہی کے لیے منصوبے بھی بناتا ہے۔

آیات ۱۳ تا ۱۴

کوئی شے منحوس نہیں

اِن آیات میں بیان کیا گیا کہ ہر انسان کی اچھی اور بری تقدیر اللہ نے طے کر دی ہے اور اُس کی گردن کے ساتھ چپکا دی ہے۔ کوئی شے منحوس نہیں اور خارجی عوامل بدشگونی کا باعث نہیں ہوتے۔ بلاوجہ وہم میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر انسان اچھے یا برے اعمال کے ذریعہ اپنا اعمال نامہ مرتب کر رہا ہے۔ روزِ قیامت یہ اعمال نامہ ایک کھلی کتاب کی مانند اُس کے سامنے ہوگا۔ اُس سے کہا جائے گا اپنا نامہ اعمال دیکھ لو اور خود ہی اپنی کارکردگی اور انجام کا اندازہ لگا لو۔

آیات ۱۵ تا ۱۷

قوموں پر عذاب اتمامِ حجت کے بعد آتا ہے

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ اللہ رسول بھیج کر قوموں پر حق واضح کر دیتا ہے اور حجت پوری کر دیتا ہے۔ اب جو کوئی نیکی کی راہ پر آتا ہے تو اپنے بھلے کے لیے آتا ہے اور جو کوئی گمراہی کی راہ پر چلتا ہے تو خود ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جب کوئی قوم عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے تو اُس کے آسودہ حال لوگوں کو ہر طرح کی نافرمانیوں کی چھوٹ دے دی جاتی ہے۔ پھر اچانک اللہ کی پکڑ آ کر اُنہیں تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ حضرت نوحؑ کے بعد کئی قوموں کو ہلاک کیا گیا۔ اللہ ہر انسان اور ہر قوم کے جرائم سے خوب واقف ہے۔

آیات ۱۸ تا ۲۲

طے کر لو طلب گار دنیا کے ہو یا آخرت کے!

اِن آیات میں واضح کر دیا گیا کہ جو دنیا کا طلب گار ہوتا ہے اُسے اللہ دنیا میں ہی کچھ نہ کچھ دے دیتا ہے۔ آخرت میں ایسا شخص ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں گرے گا۔ اِس کے برعکس جو آخرت کا طلب گار رہا اور خلوص کے ساتھ اُس کی تیاری کے لیے اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو تو اللہ ایسے سعادت مندوں کی کاوشوں کی بھرپور قدر دانی فرمائے گا۔ دنیا میں اللہ ہر ایک کی ضروریات پوری کر رہا ہے لیکن کامیابی یا ناکامی کا اصل فیصلہ آخرت میں ہو گا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ آخرت کی تیاری کے لیے خواہشاتِ دنیوی کے مقابلہ میں صرف اور صرف اللہ کی رضا کے حصول ہی کو مطلوب و مقصود بنائے۔ اگر اُس نے ایسا نہ کیا تو ابدی اور حقیقی ذلت و رسوائی سے دوچار ہو گا۔

آیات ۲۳ تا ۲۵

اللہ کے بعد حق والدین کا ہے

اِن آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان پر سب سے پہلے حق اللہ کا ہے اور وہ یہ ہے کہ پورے

ذوق و شوق سے زندگی کے ہر معاملہ میں اُس کی مکمل اطاعت کی جائے۔ اِس کے بعد حق والدین کا ہے۔ خاص طور پر اگر بڑھاپے میں والدین کی خدمت کی سعادت ملے تو اُن کے ساتھ بڑی عاجزی اور نیازمندی کا رویہ رکھا جائے۔ اُن کے ساتھ ذرا سی بھی سخت بات نہ کی جائے۔ مزید یہ کہ اُن کے حق میں دعا کی جائے :

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

''اے میرے رب اُن دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے پالا تھا جبکہ میں لاچار و بے بس تھا''۔

البتہ اگر کسی شرعی تقاضے کے تحت والدین کی خواہش پوری کرنا ممکن نہ ہو تو اللہ کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کیا جائے۔ اللہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

آیات ۲۶ تا ۳۰

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے ہدایات

اِن آیات میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے حوالے سے حسبِ ذیل ہدایات دی گئیں :

i- اگر انسان کے پاس ضروریات سے زائد مال ہے تو اُس میں قرابت داروں محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے۔ لہٰذا یہ حق، حق داروں تک پہنچایا جائے۔

ii- مال کو بلاضرورت یعنی بے جا رسومات، تفریحات، بناؤ سنگھار وغیرہ پر نہ خرچ کیا جائے۔

iii- مال کو بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ مال کا بے جا خرچ کرنا بھی مال جیسی نعمت کی ناشکری ہے کیونکہ اِسی مال کو درست طور پر خرچ کر کے توشۂ آخرت بنایا جا سکتا ہے۔

iv- اگر مالی اعتبار سے کسی وقت ہاتھ تنگ ہو تو ایسے میں مستحقین سے بڑی خوبصورتی اور عاجزی سے معذرت کی جائے۔

v- مال خرچ کرتے ہوئے نہ بخل کیا جائے اور نہ جذباتی انداز سے زیادہ خرچ کر دیا جائے بلکہ میانہ روی اختیار کی جائے۔

vi- انسان کسی غریب کی مدد تو کر سکتا ہے لیکن اُسے خوشحالی نہیں دے سکتا۔ یہ اللہ کی حکمت ہے کہ جسے چاہتا ہے مالی اعتبار سے خوشحالی دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ناپ تول کر دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے حق میں کیا خیر ہے۔

آیات ۳۱ تا ۳۵

مال، جان اور آبرو کے تحفظ کے لیے ہدایات

اِن آیات میں ہر انسان کے مال، جان اور آبرو کے تحفظ کے لیے مندرجہ ذیل معاشرتی ہدایات دی گئیں :

i- تمہاری اولاد کا رازق اللہ ہے تم نہیں۔ لہٰذا مفلسی کے ڈر سے اولاد کو مت قتل کرو۔

ii- کوئی ایسا کام نہ کرو جو زنا کی طرف لے جائے۔ زنا خاندان کے نظام کو برباد اور معاشرہ کی پاکیزگی کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ صرف بے حیائی کا نہیں بلکہ معاشرہ کو بگاڑنے والا بہت برا راستہ ہے۔

iii- کسی بھی انسان کو ناحق مت قتل کرو۔ اگر قتلِ ناحق کا جرم ثابت ہو جائے تو اب بدلہ لینے، معاف کرنے یا خون بہا لینے کا فیصلہ مقتول کے ورثاء کریں گے۔

iv- یتیم کا مال ہرگز نہ کھاؤ بلکہ بہترین طریقہ سے اُس کے مال کی حفاظت کرو۔

v- وعدوں کی پاسداری کرو، روزِ قیامت وعدوں کی پاسداری کی بابت باز پرس ہوگی۔

vi- ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ اِسی میں بھلائی اور دیرپا فائدہ ہے۔

آیت ۳۶

علم کی فضیلت

اِس آیت میں علم کی فضیلت بیان کی گئی۔ تلقین کی گئی ہے کہ ایسے کسی عقیدہ یا عمل کو اختیار نہ کیا جائے جس کے لیے انسان کے پاس علم نہ ہو۔ گویا گمان، اوہام، بدعات، بے جا رسومات اور تمام ظنی علوم سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ نے انسان کو حصولِ علم کے لیے سماعت، بصارت اور

عقل دی ہے۔ اِن صلاحیتوں کے بارے میں روزِ قیامت سوال ہوگا کہ اُنہیں استعمال کیا یا نہیں۔ اگر استعمال کیا تو مثبت کاموں کے لیے یا منفی۔ پھر اُن کا استعمال ایسے امور میں تو نہیں کیا جن کا علم انسان حاصل کر ہی نہیں سکتا مثلاً اللہ کی ذات یا امورِ غیب کے بارے میں کھوج لگانے کی کوشش کرنا۔

آیت ۳۷

اپنی اوقات پہچانو!

اِس آیت میں انسان کو اپنی اوقات یاد رکھنے کی تلقین کی گئی۔ حکم دیا گیا کہ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ گردن اکڑانے سے انسان پہاڑوں کی بلندیوں کو نہیں چھو سکتا اور زور سے قدم مارنے سے زمین کو پھاڑ نہیں سکتا۔

آیات ۳۸ تا ۴۰

اللہ کا ہر حکم حکمت کا پیکر ہے

اِن آیات میں مذکورہ بالا ہدایات کو اللہ کی حکمت کے مظاہر قرار دیا گیا اور اُن پر عمل نہ کرنے کی روش کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ مزید یہ کہ شرک کرنے کے بہت ہی برے انجام سے ڈرایا گیا۔ یہ انجام ہے ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم کی آگ میں جلنا۔ قریشِ مکہ کو خاص طور پر شرمندہ کیا گیا کہ تم خود تو اپنے لیے بیٹی پسند نہیں کرتے لیکن فرشتوں کو بغیر کسی دلیل کے اللہ کی بیٹیاں قرار دے رہے ہو۔ بہت بڑی ناانصافی اور ظلم ہے جس کا تم ارتکاب کر رہے ہو۔

آیات ۴۱ تا ۴۴

اللہ کی بلند شان

اِن آیات میں اللہ کی بلند شان اور اعلیٰ صفات کا بیان ہے۔ اللہ نے توحید کی وضاحت کے لیے ہر اسلوب اور ہر مثال سے حقیقت کھول کر رکھ دی لیکن مشرکین کی ہٹ دھرمی بڑھتی ہی چلی گئی۔ اگر واقعی اللہ کے ساتھ دیگر معبود بھی اختیارات کے حامل ہوتے تو وہ اللہ کا اختیارِ اعلیٰ

چھیننے کی کوشش کرتے۔ بلاشبہ اللہ ہی معبودِ واحد ہے۔ ساتوں کے ساتوں آسمان، زمین اور اِن میں بسنے والی ہر مخلوق اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے لیکن لوگ اِس تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ اللہ بڑے تحمل والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

آیات ۴۵ تا ۴۸

سردارانِ قریش کی محرومی

اِن آیات میں سردارانِ قریش کی محرومی و بدبختی کا ذکر ہے۔ وہ عوام پر اپنے خلوص کا تاثر دینے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی محفل میں آکر بیٹھتے اور بظاہر بڑے غور سے آپ کی بات سنتے۔ البتہ جب آپ ﷺ اُن کے باطل معبودوں کی نفی کرتے تو وہاں سے نفرت کے ساتھ اٹھ جاتے۔ جن لوگوں پر آپ ﷺ کی دعوت کا اثر ہوتا اُنہیں علیحدگی میں گمراہ کرتے اور کہتے کہ نعوذ باللہ! محمدؐ ایک ایسے شخص ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اللہ اِن سرکشوں کی سازشوں سے خوب واقف ہے۔ یہ بھٹک چکے ہیں اور ہدایت پر آنے والے نہیں ہیں۔

آیات ۴۹ تا ۵۲

آخرت کے حوالے سے تین طنزیہ سوالات

مشرکین مکہ آخرت کے حوالے سے تین طنزیہ سوالات کیا کرتے تھے:

i- جب مرنے کے بعد ہماری ہڈیاں چورا چورا ہو جائیں گی تو ہمیں دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا؟ جواب دیا گیا کہ تم مرنے کے بعد پتھر، لوہے یا کسی اور سخت شے کے بن جاؤ تب بھی تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

ii- ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ جواب دیا گیا کہ وہ اللہ جس نے تمہیں پہلی بار بنایا تھا۔

iii- ہمیں دوبارہ کب زندہ کیا جائے گا؟ جواب دیا گیا کہ عنقریب ایسا ہونے والا ہے۔ اللہ تمہیں پکارے گا، تم چاہو یا نہ چاہو اُس کی تسبیح کرتے ہوئے میدانِ حشر میں حاضر

ہو جاؤ گے اور گمان کرو گے کہ تم دنیا میں انتہائی قلیل عرصہ رہے۔

آیت ۵۳

انسان کی خوش کلامی، شیطان کی نا کامی ہے

اِس آیت میں اللہ نے اپنے بندوں کو خوش کلامی کی نصیحت کی۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسانوں کے درمیان نفرتیں اور دشمنی پیدا ہو۔ گفتگو میں بے احتیاطی شیطان کے اِس مقصد کو پورا کرتی ہے۔

آیات ۵۴ تا ۵۵

اللہ تمام انسانوں کے حال سے واقف ہے

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ اللہ تمام انسانوں کے حال اور اعمال سے واقف ہے۔ اُس کا اختیار ہے جسے چاہے اُس کے گناہوں کی پاداش میں سزا دے اور جسے چاہے اُسے اصلاحِ حال کے لیے رحمتِ خاص سے مہلت دے۔ انسانوں میں مقام کے اعتبار سے بلند مراتب پر انبیاء کرامؑ تھے۔ اُن میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی جیسے حضرت داؤدؑ کو فضیلت زبور عطا کر کے دی گئی۔

آیات ۵۶ تا ۵۷

اللہ کے محبوب بندوں کا حال

اِن آیات میں بیان کیا گیا کہ لوگوں نے اللہ کے محبوب بندوں کو اللہ کی جگہ معبود بنالیا اور اُن سے دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔ اللہ کے یہ محبوب بندے لوگوں کی مرادیں پوری کرنے اور مشکلات آسان کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ تو خود اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں اور اُس کی قربت و خوشنودی کے حصول کے لیے اُس کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے رہتے ہیں۔

آیت ۵۸

دنیا کی ہر بستی فنا ہو کر رہے گی

اِس آیت میں آگاہ کر دیا گیا کہ قیامت سے پہلے ہر بستی کو فنا کر دیا جائے گا اور بعض بستیوں پر

لوگوں کی سرکشی کی وجہ سے شدید عذاب نازل کیا جائے گا۔ یہ تمام احوال کتابِ تقدیر میں پہلے سے درج ہیں۔

آیت ۵۹

فرمائشی معجزہ نہ دکھانے کی حکمت

اِس آیت میں واضح کیا گیا کہ اللہ فرمائشی معجزہ اِس لیے ظاہر نہیں کرتا کہ معجزہ طلب کرنے والے اُسے بھی جھٹلا دیں گے اور پھر مستحقِ عذاب ہو جائیں گے۔ قومِ ثمود کے مطالبہ پر ایک زندہ اونٹنی پہاڑ سے برآمد کر دی گئی۔ اِس معجزہ کو دیکھ کر وہ ایمان تو نہیں لائے بلکہ اُس اونٹنی ہی کو ہلاک کر دیا اور پھر اللہ کے شدید عذاب سے دوچار ہوئے۔

آیت ۶۰

آیاتِ متشابہات

اِس آیت میں آیاتِ متشابہات یعنی انسانی عقل کو عاجز کرنے والی نشانیوں کی تین مثالیں بیان کی گئیں:

i- اللہ بیک وقت تمام انسانوں کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور ہر عمل کے پیچھے کارفرما عمل کرنے والے کی نیت سے بھی واقف ہوتا ہے۔

ii- سفرِ معراج جس کے دوران ایک ہی رات میں نبی اکرم ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر کرایا گیا اور پھر آسمانوں پر لے جا کر اللہ کی کئی نشانیوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔

iii- زقوم کا درخت جو اُس جہنم کی بنیادوں سے نکلے گا جو سراپا آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے بھری ہوئی ہے۔

اِن آیات پر غور سے انسان کو اپنی عقل کی عاجزی اور اللہ کی عظمت کا احساس ہونا چاہیے تھا لیکن اِس کے برعکس انسانوں کی اکثریت تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہو گئی۔

آیت ۶۱ تا ۶۵

ابلیس کی انسان دشمنی

اِن آیات میں اُس واقعہ کا ذکر ہے کہ جب اللہ نے تمام فرشتوں اور ابلیس کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ابلیس نے انکار کیا اور اللہ سے روزِ قیامت تک مہلت مانگی تا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد کو گمراہ کر سکے۔ اللہ نے مہلت دی اور ابلیس کو اختیار دیا کہ وہ :

i- انسانوں کو اپنی آواز کے ذریعہ گمراہ کرے۔ تمام گمراہ کن نظریات کا پرچار، جھوٹی باتیں اور وعدے' گانے، فحاشی پھیلانے والے کلمات دراصل شیطان ہی کی آوازیں ہیں۔

ii- انسانوں پر اپنے لشکروں کے ساتھ حملہ آور ہو۔ فحاشی، تعصّبات، فرقہ واریت اور باہم نفرتیں پیدا کرنے والے شیطان کے ایجنٹ یا اُس کے لشکری ہیں۔

iii- وہ انسانوں کے مال میں شریک ہو جائے۔ انسان حرام مال کما کر اور ناجائز مصارف میں خرچ کر کے گویا شیطان کو اپنے مال میں شریک کر لیتا ہے۔

iv- وہ انسانوں کی اولاد میں شریک ہو جائے۔ اولاد کی تربیت سے غفلت اور اسے برائیوں سے نہ روکنا، میڈیا کے گمراہ کن مواد سے نہ بچانا اور مغربی طرز کے تعلیمی اداروں میں داخل کرنا درحقیقت شیطان کو اولاد میں شریک کرنا ہے۔

v- انسانوں کو گناہوں پر کاربند رکھنے کے لیے اللہ کی رحمت کی جھوٹی امیدیں دلاتا رہے۔

اللہ نے ابلیس کو آگاہ کیا کہ تیرے جال میں میرے خاص بندے نہیں آئیں گے۔ البتہ جو بھی تیری پیروی کرے گا تو وہ سب تیرے ساتھ ہی جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

آیات ۶۶ تا ۶۹

اللہ کے احسانات ...... انسانوں کی ناشکری

اِن آیات میں بیان کیا گیا کہ اللہ نے انسانوں کو کشتیوں کے ذریعہ سمندر میں سفر کی نعمت عطا

کی تا کہ وہ تجارتی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں اور سمندر کے شکار سے استفادہ کر سکیں۔ جب سمندری سفر کے دوران طوفان آتا ہے تو وہ اللہ سے عافیت کی دعائیں کرتے ہیں۔ جب اللہ اُنہیں حفاظت سے خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو پھر نافرمانیوں کے ذریعہ اللہ کی ناشکری کرتے ہیں۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ اُنہیں خشکی پر بھی زمین میں دھنسا دینے یا تیز ہواؤں کے جھکڑوں سے ہلاک کر دینے پر قادر ہے۔

آسودۂ ساحل تو ہے مگر شاید کہ تجھے معلوم نہیں
ساحل سے بھی موجیں اُٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

اِس کا بھی امکان ہے کہ اللہ اُنہیں دوبارہ سمندر میں لے جائے اور پھر وہاں کسی طوفان کے ذریعہ غرق کر دے۔ اللہ کے مقابلہ میں کوئی بھی نہیں جو انسانوں کو اللہ کی پکڑ سے بچا سکے۔

آیت ۷۰

اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے

اِس آیت میں انسان کی جملہ مخلوقات پر فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اللہ نے انسان کو وہ عقل و ہنر دیا کہ وہ بحر و بر میں سفر کرتا ہے۔ پھر اُس کے لیے انتہائی پاکیزہ رزق پیدا کیا جس کی مختلف صورتیں اور ذائقے بنا کر اُن سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے کو انسان کی خدمت پر مامور کر دیا گیا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیات ۷۱ تا ۷۲

جان بوجھ کر سرکشی کرنے والا روزِ قیامت اندھا ہوگا

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ روزِ قیامت ہر انسان اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ عدالتِ خداوندی میں حاضر ہوگا۔ جس کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ خوشی خوشی اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا۔ البتہ جو اِس دنیا میں جان بوجھ کر اللہ کے احکامات سے اندھا یعنی انجان بنا ہوا ہے روزِ قیامت اِس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ اندھا ہوگا۔ سورۂ طٰہٰ آیات ۱۲۴ تا ۱۲۶ میں فرمایا:

وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّنَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى ﴿﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِىۡۤ اَعۡمٰى وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا ﴿﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتۡكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيۡتَهَا‌ ۚ وَكَذٰلِكَ الۡيَوۡمَ تُنۡسٰى ﴿﴾

''اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اُس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور روزِ قیامت ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا ہے، میں تو (موت کے وقت) دیکھنے والا تھا۔ اللہ فرمائے گا ایسا ہی تھا لیکن تیرے پاس ہماری آیات آئیں، تو نے اُنہیں بھلا دیا اور اِس طرح آج تجھے بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے''۔

آیات ۷۳ تا ۷۵

کافروں کو دشمنی نبی ﷺ سے نہیں قرآن سے ہے

اِن آیات میں ایک نازک مضمون کا بیان ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کیا گیا کہ کافر اِس بات پر تل گئے ہیں کہ آپ ﷺ سے اِس قرآن میں اپنی خواہشات کے مطابق ترامیم کرالیں۔ اگر آپ ﷺ ایسا کر لیتے تو پھر وہ آپ ﷺ کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے۔ یہ تو اللہ ہی نے آپ ﷺ کو ثابت قدم رکھا ورنہ شاید آپ ﷺ اُن کے دباؤ میں آ ہی جاتے اور کسی مصالحت پر آمادہ ہو ہی جاتے۔ اِس صورت میں اللہ آپ ﷺ کو دنیا میں اور موت کے وقت دگنا عذاب دیتے، پھر آپ ﷺ اپنی حمایت میں کوئی مددگار نہ پاتے، گویا

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کی سوا مشکل ہے

اِن آیات میں بظاہر خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے لیکن سختی کا رُخ اُن کافروں کی طرف ہے جو آپ ﷺ پر مصالحت اور قرآن میں ترمیم کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے۔ طویل عرصہ کی کٹھن اور پُر مشقت کشمکش کے بعد اِس طرح کی مصالحت کی طرف مائل ہونا خلافِ امکان نہیں تھا۔ اللہ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی اور وہ استقامت کے ساتھ حق پر ڈٹے رہے۔ فَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ!

آیات ۷٦ تا ۷۷

ہجرت کا مرحلہ آنے والا ہے

اِن آیات میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو آگاہ کر دیا گیا کہ عنقریب مشرکینِ مکہ ظلم و ستم کے ذریعہ مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیں گے۔ البتہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اِس زیادتی پر اُنہیں جلد ہی سزا ملے گی اور وہ مکہ سے نہیں اِس دنیا ہی سے نیست و نابود کر کے جہنم کے گڑھوں میں پہنچا دیئے جائیں گے (جیسا کہ بدر کے میدان میں ہوا)۔ یہی اللہ کا ہمیشہ سے دستور ہے اُن لوگوں کے بارے میں جو اللہ کے رسولوں کی ناقدری کریں۔

آیات ۷۸ تا ۷۹

پنج وقتہ نمازوں کا حکم

اِن آیات میں نبی اکرم ﷺ کے توسط سے تمام اہلِ ایمان کو پنج وقتہ نمازوں کی ادائیگی کی تلقین کی گئی۔ حکم دیا گیا کہ سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے چھا جانے تک نماز قائم کرتے رہیں۔ اِس حکم میں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی ادائیگی شامل ہے۔ پھر فرمایا کہ فجر کی نماز میں قرآنِ کریم کی طویل تلاوت کرو۔ یہ وقت بڑا مبارک ہوتا ہے کیوں کہ رات اور دن کے اُمور انجام دینے والے تمام فرشتے اِس وقت موجود ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو اضافی طور پر نمازِ تہجد بھی ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ ﷺ کو اِس اضافی مشقت کا ثمر یہ ملے گا کہ آپ ﷺ اللہ کے قریب ترین مقام یعنی مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔ **فَصَلَّی اللہ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ!**

آیات ۸۰ تا ۸۱

ہجرت غلبۂ دین کا آغاز ہے

اِن آیات میں نبی اکرم ﷺ کو ہجرتِ مدینہ کے وقت ایک دُعا اور ایک اعلان کرنے کا حکم دیا

گیا۔ آپ ﷺ کو تلقین کی گئی کہ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ آپ ﷺ کو عزت و وقار کے ساتھ مکہ سے ہجرت اور مدینہ کو مرکز بنانے کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ اعلان کر دیجیے کہ بس اب حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل ہے ہی مٹنے کے لیے۔ اللہ کی قدرت کی کیا شان ہے۔ بظاہر مکہ سے بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت ہوتی ہے لیکن اللہ نے اِس ہجرت کو حق کے عروج کا ذریعہ بنا دیا۔ مذکورہ اعلانِ ہجرت کے وقت لوگوں کو عجیب محسوس ہوا لیکن محض آٹھ برس بعد نبی اکرم ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے اور خانۂ کعبہ سے بتوں کی گندگی کو مٹاتے ہوئے یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے کہ:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بلاشبہ باطل ہے ہی مٹنے والا''۔

آیت ۸۲

عروج و زوال قرآن سے وابستہ ہے

اِس آیت میں قرآن کی دو شانیں بیان ہوئیں۔ قرآن ایسے لوگوں کے حق میں رحمت اور اُن کے تمام مسائل کا علاج ہے جو اِس پر دل و جان سے ایمان لائیں۔ البتہ جو لوگ قرآن کی ناقدری اور اِس کے حقوق کی ادائیگی سے منہ موڑیں گے تو اُن کے لیے یہی قرآن محرومی اور ابدی خسارہ کا باعث ہوگا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّ يَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ (مسلم)

''بے شک اللہ اِس کتاب کے ذریعہ قوموں کو عروج دے گا اور اِس کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے زوال سے دوچار کرے گا''۔

مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی کی وجہ قرآن کی ناقدری ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

آیات ۸۳ تا ۸۴

دنیا کے حالات کا تأثر مت لو

اِن آیات میں انسانوں کی ناپختگی کا ایک مظہر نمایاں کیا گیا۔ دنیا میں جب انسان کو نعمت ملتی ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے اور عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے۔ جب کوئی تکلیف آتی ہے تو مایوس ہو کر ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں کی نعمتیں عارضی ہیں اور تکالیف بھی وقتی۔ اصل نتائج روزِ قیامت ظاہر ہوں گے۔ اُس روز اللہ ہر انسان کا فیصلہ اُس کے عمل کے مطابق فرمائے گا۔ اس بات کا پورا لحاظ رکھا جائے گا کہ انسان کو کن حالات، کیسی صفات، کس طرح کی کمزوریوں اور کون سے دستیاب مواقع کے ساتھ زندگی بسر کرنی پڑی۔

آیت ۸۵

روح کی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے

اِس آیت میں روح کی حقیقت سے متعلق ایک سوال کا جواب ہے۔ مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ روح کی حقیقت کیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے جسے سمجھنا کسی انسان کے لیے ممکن نہیں۔ اللہ نے قرآنِ حکیم میں روح کو اپنی ذات سے نسبت دی ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات کی معرفت کا حصول انسان کے لیے ممکن نہیں اِسی طرح روح کی حقیقت بھی انسان نہیں سمجھ سکتا۔ فارسی کا ایک بہت عمدہ شعر ہے ۔

اتصالِ بے تکیف ، بے قیاس

ہست رب الناس با جانانِ ناس

”روح کے جسم کے ساتھ تعلق کی کیفیت کو نہ سمجھا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور شے پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ دراصل اللہ ہے جو انسانوں کی جانوں میں سمایا ہوا ہے“۔

آیات ۸۶ تا ۸۷

نبی اکرم ﷺ پر اللہ کا سب سے بڑا فضل ...... نزولِ قرآن

اِن آیات میں واضح کیا گیا کہ قرآنِ حکیم اللہ کا کلام ہے جو نبی اکرم ﷺ پر نازل کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ اپنی مرضی سے مشرکین کی خواہش کے مطابق اِس میں ترمیم نہیں کرسکتے۔ اللہ جب چاہے نبی اکرم ﷺ کے حافظے سے اِس قرآن کو محو کرسکتا ہے۔ لیکن اللہ ایسا نہیں کرے گا۔ قرآن کا نزول نبی اکرم ﷺ پر اللہ کا سب سے بڑا فضل ہے اور اللہ ہرگز بھی اپنے حبیب ﷺ کو اِس فضل سے محروم نہیں کرے گا۔

آیات ۸۸ تا ۸۹

قرآن جیسا کلام کوئی نہیں پیش کرسکتا

اِن آیات میں عظمتِ قرآن کا بیان ہے۔ چیلنج دیا گیا ہے کہ تمام جنات اور انسان مل کر کوشش کریں تب بھی قرآن جیسا کلام پیش نہیں کرسکتے۔ اللہ نے قرآن میں انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کردی ہیں۔ محرومی یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت اِس نعمت اور سرچشمۂ ہدایت کی ناشکری کررہی ہے اور قرآن کی ہدایت کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔

آیات ۹۰ تا ۹۳

فرمائشی معجزات کی فہرست

اِن آیات میں اُن فرمائشی معجزات کا ذکر ہے جو مشرکینِ مکہ نبی اکرم ﷺ سے طلب کررہے تھے۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو:

i- ہمارے لیے زمین سے پانی کا ایک چشمہ برآمد کرکے دکھائیں۔

ii- آپ کے لیے مکہ کی اِس سنگلاخ زمین میں کھجوروں اور انگوروں کا ایک ایسا باغ لگ جائے جس کے بیچوں بیچ نہریں بہہ رہی ہوں۔

iii- آسمان کوٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دیجیے۔

iv- اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آیئے۔

v- آپ کے لیے مکہ میں ایک سونے کا محل تیار کر دیا جائے۔

vi- ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جایئے اور کتاب لے کر اتریے۔

نبی اکرم ﷺ کو تلقین کی گئی کہ وہ مشرکین کو بتا دیں کہ یہ معجزات صرف اللہ ہی دکھا سکتا ہے۔ وہ ہر کمزوری سے پاک ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ میں تو محض انسان ہوں۔ البتہ اللہ نے مجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے۔ فرمائشی معجزہ دکھانا کسی قوم کے لیے انتہائی نزاکت کا حامل ہوتا ہے۔ معجزہ دیکھ کر بھی جو قوم ایمان نہ لائے وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے۔

آیات ۹۴ تا ۹۶

تمام رسول انسان ہی تھے

اِن آیات میں بیان کیا گیا کہ لوگوں کی اکثریت محض اِس وجہ سے ایمان لانے سے محروم رہی کہ اُنہیں اللہ کے رسولوں کے انسان ہونے پر تعجب ہوا۔ وضاحت کی گئی کہ انسانوں کے لیے نمونہ کوئی انسان ہی بن سکتا ہے۔ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے تو اللہ کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتا۔ نبی اکرم ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ بذاتِ خود اِس حقیقت پر گواہ ہے اور وہ تو تمام ہی بندوں کی حقیقت کو جانتا ہے۔

آیات ۹۷ تا ۱۰۰

گمراہوں کا المناک انجام

اِن آیات میں واضح کیا گیا کہ انسانوں کو ہدایت اللہ ہی کی توفیق سے ملتی ہے۔ حق واضح ہونے کے باوجود اُسے جھٹلانے والوں اور اُس پر اعتراض کرنے والوں کو اللہ ہدایت سے محروم رکھتا ہے۔ روزِ قیامت اُنہیں اِس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ اندھے، بہرے اور گونگے ہوں

گے ۔جہنم کی آگ اُن پر مسلسل بھڑکائی جائے گی۔ یہ المناک انجام اِس لیے ہوگا کہ وہ اعتراض کرتے تھے کہ جب مرنے کے بعد ہماری ہڈیاں گل کر چورا چورا ہو جائیں گی تو کیسے ممکن ہے کہ ہمیں دوبارہ نئی تخلیق کے ساتھ زندہ کیا جاسکے۔اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو اللہ اتنی بڑی کائنات بنا سکتا ہے کیا انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟ اللہ کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ دنیا میں اِن جھٹلانے والوں کو بھی ضروریاتِ زندگی سے متعلق تمام نعمتیں دے رہا ہے۔اِس کے برعکس اگر اِن کے ہاتھ میں اختیار ہوتا تو یہ کسی کو کچھ بھی نہ دیتے۔

آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳

فرعون کی ہٹ دھرمی اور بربادی

اِن آیات میں بیان کیا گیا کہ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کو اللہ کی واضح نشانیاں دکھائیں لیکن اُس نے اپنی بڑائی کے اظہار کے لیے اپنی قوم کے سامنے حضرت موسیٰ ؑ کی توہین کی اور اُنہیں سحر زدہ شخص قرار دیا۔حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کے ہٹ دھرمی بے نقاب کردی اور فرمایا کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جو نشانیاں میں نے دکھائیں ہیں وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں۔اب تم ہٹ دھرمی اور تکبر کی وجہ سے برباد ہونے والے ہو۔فرعون نے حضرت موسیٰ ؑ کو شہید کرنے کے لیے اقدام کرنا چاہا لیکن اللہ نے اُسے پورے لشکر کے ساتھ سمندر میں غرق کردیا۔

آیت ۱۰۴

قربِ قیامت یہود ایک مقام پر جمع کردیے جائیں گے

اِس آیت میں بنی اسرائیل یعنی یہود کے لیے اللہ کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے۔فرعون کی ہلاکت کے بعد اللہ نے یہود سے کہا کہ اب تم فرعون کے ظلم سے محفوظ ہوگئے اور اب جہاں چاہو زمین پر آباد ہو جاؤ۔البتہ آخرت کے قریب ہم تم سب کو ایک مقام پر جمع کردیں گے۔اسرئیل میں دنیا بھر سے یہودیوں کی آمد اور ناجائز بستیوں میں آباد ہونا اِس آیت کی حقانیت کا ثبوت ہے۔

یہ تمام یہودی حضرت عیسیٰ ؑ کی آمد پر اِسی طرح جڑ سے ختم کردیے جائیں گے جیسے سابقہ سرکش قومیں بالکل نیست ونابود کردی گئی تھیں۔

آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹

قرآنِ مجید کی عظمت اور تاثیر

اِن آیات میں بڑے جلالی اسلوب میں قرآنِ مجید کی عظمت کا بیان ہے۔قرآن کا ہر مضمون برحق ہے اور پورے قرآن کا نزول بھی حق یعنی بامقصد ہے۔اب قرآن سے تعلق ہی قوموں کے مقدر کا فیصلہ کرے گا۔قرآن سے وفاداری عروج کی ضامن ہوگی اور قرآن سے بے وفائی ذلت و بربادی سے دوچار کردے گی۔ اللہ نے قرآن کو بتدریج مختلف حصوں میں اتارا ہے تاکہ لوگوں کے لیے اِسے یاد کرنا اور سمجھنا آسان ہوجائے۔ یہ نیکوکاروں کو بشارت دیتا ہے اور مجرموں کو خبردار کرتا ہے۔ جو لوگ علمِ حقیقت سے بہرہ ور ہیں، جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اُن پر ایسی رقت طاری ہوتی ہے کہ وہ روتے روتے بے اختیار سجدہ میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ واقعی اللہ ہی ہمارا حقیقی رب ہے۔اُس نے ہماری ہر ضرورت کی تسکین کا سامان کیا ہے۔ بے شمار مادی نعمتیں فراہم کی ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہماری روح کی تسکین اور دلوں کے اطمینان کے لیے قرآنِ کریم جیسا ذکرِ عظیم عطا فرمایا ہے۔

آیت ۱۱۰

سارے اچھے نام اور صفات اللہ ہی کے ہیں

اِس آیت میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اونچی شان کا بیان ہے۔اُس کا ذکر کرنا ایک سعادت ہے۔ یہ سعادت اللہ کے نام پکار کر حاصل کی جاسکتی ہے۔اُس کے دو پیارے نام ہیں اللہ اور الرحمان۔ البتہ اُس کا ہر نام ہی اچھا ہے اور اُسے اُس کے کسی بھی نام سے یاد کیا جاسکتا ہے۔اُس کی یاد کا ایک ذریعہ نماز ہے۔ اللہ کے کثرت سے ذکر کے لیے نفل نمازوں کا اہتمام ضروری ہے۔نفل

نمازوں میں سب سے افضل تہجد ہے۔ نمازِ تہجد کے آداب یہ ہیں کہ ان میں قرآن کریم کی طویل قراءت نہایت اطمینان سے اور ٹھہر ٹھہر کر کی جائے۔ مزید یہ کہ تلاوت میں آواز کو درمیانی سطح پر رکھا جائے۔ اللہ ہمیں راتیں اپنے ذکر کے لیے فارغ کرنے اور قرآنِ کریم کے ساتھ بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیت ۱۱۱

توحیدِ باری تعالیٰ کا خزانہ

یہ آیت توحیدِ باری تعالیٰ کا ایک عظیم خزانہ ہے۔ اِس آیت میں توحیدِ نظری، توحیدِ عملی اور ہر طرح کے شرک کی نفی کا بیان جمع کر دیا گیا ہے۔ توحیدِ نظری کے اعتبار سے فرمایا کہ کل شکر اور تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ توحیدِ عملی کے اعتبار سے حکم دیا گیا کہ اپنے جملہ معاملات میں اللہ کی بڑائی کو ایسے نافذ کرو جیسا کہ نافذ کرنے کا حق ہے۔ شرک کی نفی کے اعتبار سے فرمایا کہ

i- اللہ کی کوئی اولاد نہیں۔

ii- اللہ مختارِ مطلق ہے اور اُس کے ساتھ اختیار میں کوئی شریک نہیں۔

iii- اللہ نے کسی کو مجبوری یا کمزوری کی وجہ سے اپنا ولی نہیں بنایا۔

اللہ ہمیں ہر طرح کے شرک سے محفوظ فرمائے اور نظری و عملی دونوں اعتبارات سے توحید کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سورۂ کہف

دجالی فتنہ سے محفوظ رکھنے والی سورہ مبارکہ

سورۂ کہف کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّوْرَ مَابَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ

''جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے تو یہ سورۃ دوسرے جمعہ تک اُس کے لیے (یعنی اُس کے دل میں ایمان و ہدایت کا) نور روشن کر دیتی ہے''۔ (المستدرک للحاکم)

کئی احادیث مبارکہ میں یہ مضمون بیان ہوا کہ جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت انسان کو دجالی فتنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ دنیا کی محبت وہ دجل اور دجالی فتنہ ہے جو انسان کو اللہ اور اُس کے احکامات سے غافل کر دیتی ہے۔

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے!

اِس سورۂ مبارکہ میں کئی اسالیب سے دنیا پرستی، مادہ پرستی اور ظاہر پرستی کی نفی کی گئی ہے۔ بلاشبہ اِس سورۃ کا فہم وتدبر کے ساتھ پڑھنا انسان کو دنیاداری اور مادہ پرستی سے محفوظ کر دیتا ہے۔

☆ آیات کا تجزیہ :

- آیات ۱ تا ۶ عظمتِ قرآن
- آیات ۷ تا ۸ دنیا اور اِس کی زندگی کی حقیقت
- آیات ۹ تا ۲۶ اصحابِ کہف کا واقعہ
- آیات ۲۷ تا ۳۱ داعی کے لیے نصیحت
- آیات ۳۲ تا ۴۴ دنیاداروں کے لیے عبرت انگیز واقعہ
- آیات ۴۵ تا ۴۶ دنیا کی زندگی کی حقیقت
- آیات ۴۷ تا ۴۹ احوالِ آخرت
- آیات ۵۰ تا ۵۳ شیطان کی پیروی کرنے والوں کا انجام
- آیات ۵۴ تا ۵۹ رسولوں کی تعلیمات سے پہلوتہی کا انجام
- آیات ۶۰ تا ۸۲ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ
- آیات ۸۳ تا ۹۸ ذوالقرنین کا واقعہ
- آیات ۹۹ تا ۱۰۱ ظاہر پرستوں کا انجام
- آیات ۱۰۲ تا ۱۰۶ دنیاداروں کا انجام

- آیات ۱۰۷ تا ۱۰۸ آخرت کے طلب گاروں کا انعام
- آیات ۱۰۹ تا ۱۱۰ توحیدِ باری تعالیٰ

آیات ۱ تا ۳

قرآن کی عظمت اور پیغام

یہ آیات قرآنِ مجید کی عظمت کے بیان اور اِس کے پیغام کی وضاحت پر مشتمل ہیں۔ قرآنِ مجید درحقیقت اللہ کا بیش بہا انعام ہے جو نبی اکرم ﷺ کو عطا ہوا۔ اِس کی تعلیمات ہر ٹیڑھ سے پاک اور بالکل سیدھی اور واضح ہیں۔ یہ دنیاداروں کو اللہ کی شدید پکڑ سے خبردار کرتی ہیں اور باعمل مومنوں کو ہمیشہ ہمیش کے عمدہ اجر کی بشارت دیتی ہیں۔

آیات ۴ تا ۶

عیسائیوں کے غلط عقیدہ کی زوردار نفی

اِن آیات میں عیسائیوں کے اِس عقیدہ کی زوردار نفی کی گئی کہ حضرت عیسیٰ ؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ عقیدہ ایک ایسی گستاخی ہے جو اللہ کی ذات سے انتہائی سفلی کمزوریاں وابستہ کر دیتا ہے۔ اِس عقیدہ کی نامعقولیت نے عیسائیوں کے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کو مذہب سے بیزار کر دیا اور وہ دنیاداری اور مادہ پرستی کی آخری حد پر پہنچ گئے۔ نبی اکرم ﷺ اِس عقیدہ کے حوالے سے نہایت متفکر اور غمگین تھے کیونکہ اُنہیں احساس تھا کہ اِس عقیدہ کے انتہائی گمراہ کن اثرات ظاہر ہو کر رہیں گے۔

آیات ۷ تا ۸

دنیا اور اِس کی زندگی کی حقیقت

اِن آیات میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے انسان کے دل میں دنیا کی محبت پیوست کر دی ہے اور پھر دنیا کو خوب حسین بنا کر اُسے انسان کے لیے دلکش کر دیا۔ ہے۔ اب انسان

کا امتحان ہے کہ وہ اِس دنیا میں کھو کر اللہ اور اُس کے احکامات سے غافل ہو جاتا ہے یا اِس عارضی اور گھٹیا دنیا کے فریب کے پردہ کو چاک کر کے اور اِس کی حقیقت کو سمجھ کر صرف اللہ کی رضا کو مطلوب و مقصود بنالیتا ہے۔

رُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

دنیا کی اِن رعنائیوں کا انجام یہ ہے کہ اللہ نے بالآخر ہر چیز کو فنا کر دینا ہے اور زمین کو ایک چٹیل میدان بنا دینا ہے تا کہ یہاں پر روزِ قیامت کا وہ حشر قائم ہو سکے جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر آخری انسان تک سب جمع ہوں گے۔

آیات ۹ تا ۲۶

اصحابِ کہف کا واقعہ

اِن آیات میں اصحابِ کہف کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اُن پر امتحان اِس صورت میں آیا کہ اُن کے لیے دنیا میں حق پر قائم رہتے ہوئے جینا ناممکن ہو گیا۔ اُنہوں نے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس سے مدد مانگی۔ اللہ نے اُن کی مدد کی اور اُنہیں دشمنوں کے اقدام سے محفوظ رکھا۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ اصحابِ کہف غالباً سات نوجوان تھے جن کا تعلق روم سے تھا۔ اُن کی قوم شرک کے جرم میں مبتلا تھی۔ یہ نوجوان حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات پر ایمان لا کر توحید کے عقیدہ پر قائم ہو گئے۔ بادشاہِ وقت نے اُنہیں تین روز کی مہلت دی کہ آباء واجداد کے مشرکانہ عقائد کو دوبارہ اختیار کر لو ورنہ رجم ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ایسے میں اِن نوجوانوں نے اللہ سے نصرتِ خصوصی کی التجا کی۔ اللہ نے اُنہیں الہام کے ذریعہ ایک غار میں محصور ہونے کا حکم دیا اور تقریباً تین سو برس تک اِس غار میں زندہ و سلامت رکھا۔ اِس عرصہ میں روم کی حکومت نے عیسائیت قبول کر لی۔ تین سو سال بعد جب اصحابِ کہف غار سے باہر آئے تو

وہ لوگ جواب عیسائی ہو چکے تھے اُن کے گرویدہ ہو گئے۔ اُنہوں نے اِس غار پر یادگار کے طور پر ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کیا۔

اللہ ہمیں ایسی آزمائش سے محفوظ رکھے جو اصحابِ کہف پر آئی۔ البتہ اگر ایسی آزمائش آ ہی جائے تو اصحابِ کہف کی طرح ہر صورت میں حق پر ڈٹے رہنے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نبی اکرم ﷺ سے جب اصحابِ کہف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اِس کا جواب کل دوں گا لیکن آپ ﷺ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اللہ نے اِس پر متوجہ فرمایا۔ گویا ہماری نگاہ ہر وقت اللہ کی مشیت پر ہونی چاہیے۔ اسباب خواہ کتنے ہی موافق ہوں لیکن کام اُس وقت ہوگا جب اللہ چاہے گا۔

آیات ۲۷ تا ۳۱

صبر آزما حالات میں داعی کے لیے ہدایات

مشرکینِ مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے اصحابِ کہف کی حقیقت دریافت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔ اِن شاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے پوچھے گئے سوال کا جواب پندرہ روز بعد وحی کیا گیا۔ اِس دوران مشرکین نے آپ ﷺ پر طنز کے تیروں کی بارش کردی اور آپ ﷺ کو شدید ذہنی اذیت سے دوچار کیا۔ سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا کہ ہمارے سوال کا جواب نہ دینا اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ سچے رسول نہیں ہیں۔ اِن اذیت ناک حالات میں داعی کو کیا کرنا چاہیے؟ اِس حوالے سے اِن آیات میں حسبِ ذیل رہنمائی عطا کی گئی:

i- قرآنِ حکیم کی سمجھ سمجھ کر تلاوت کی جائے۔ اِس سے انسان کو باطنی اطمینان اور سکون حاصل ہوگا۔

ii- دشمنوں کی سازشوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں

ہے۔اللہ کے فیصلوں کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

iii- اللہ سے مدد اور استقامت کی خصوصی دعا کی جائے کیونکہ قابلِ بھروسہ سہارا صرف اور صرف اُسی کا ہے۔

iv- دشمنانِ حق کو تبلیغ تو کی جائے لیکن اُنہیں اتنی اہمیت نہ دی جائے کہ حق قبول کرنے والوں سے غفلت اور اُن کی حق تلفی ہو جائے۔

v- پورا حق بلا کم و کاست بیان کر دیا جائے۔لوگوں کو راضی رکھنے کے لیے نہ حق میں ترمیم کی جائے اور نہ ہی اُس کے کسی حصہ کو چھپایا جائے۔جو مکمل حق کو قبول نہیں کرے گا وہ جہنم کے ہولناک عذاب سے دوچار ہوگا۔جو حق قبول کر کے اُس کا ساتھ دے گا وہ جنت کی ہمیشہ ہمیش کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا۔

آیات ۳۲ تا ۴۴

دنیاداروں کے لیے عبرت آمیز واقعہ

اِن آیات میں دو افراد کا ایک قصہ بیان ہوا ہے۔اُن میں سے ایک دنیادار تھا اور دوسرا دین دار۔ دنیادار کو اللہ نے انگوروں کے دو ایسے باغات دیے تھے جن کو کھجور کے درختوں سے گھیر دیا گیا تھا۔باغات کے درمیان کی زمین پر بھی زراعت تھی۔دونوں باغات کے بیچوں بیچ ایک نہر بھی جاری تھی۔باغات اور کھیتی میں ہر سال بھرپور فصل آتی تھی۔باغات کی دیکھ بھال کے لیے ایک بڑی نفری موجود تھی۔مزید یہ کہ دنیادار انسان کو اللہ نے اولاد کا ثمر بھی عطا کیا تھا۔نعمتوں کی اِس فراوانی سے اُس دنیادار کو کئی مغالطے لاحق ہو گئے:

i- یہ باغات میری منصوبہ بندی کا نتیجہ ہیں۔

ii- باغات کے گرد کھجوروں کی باڑھ لگا کر اور باغات کے بیچ سے نہر کھدوا کر میں نے اُن کی حفاظت کے تمام اسباب فراہم کر دیے ہیں اور اب یہ باغات کبھی تباہ نہیں ہوں گے۔

iii- اللہ مجھ سے خوش ہے اور اس کی رضا کی علامت ہے کہ میرے پاس مال و دولت اور اسباب کی فراہمی ہے۔ اگر آخرت ہوئی تو وہاں بھی مجھے خوب نوازا جائے گا۔

دین دار شخص نے اِس دنیا دار انسان کو سمجھایا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ باغات کی حفاظت اسباب سے نہیں اللہ کے حکم سے ہوگی۔ مال و دولت کی فراوانی اللہ کی رضا اور مال و دولت کی کمی اللہ کی ناراضگی کا مظہر نہیں ہیں۔ یہ دونوں صورتیں امتحان کی ہیں۔ پہلا شکر کا امتحان ہے اور دوسرا صبر کا۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرو، اُس کی یاد کے لیے وقت فارغ کرو اور اُس کے تمام احکامات کا پاس کرو۔

دنیا دار شخص نے دین دار شخص کی دعوت کو تکبر سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں تم سے مال اور اولاد کے اعتبار سے بہت آگے ہوں اور تم اِن نعمتوں سے محروم ہو۔ تمہاری وعظ و نصیحت محض حسد کی بنیاد پر ہے۔

دنیا دار شخص نے دین دار شخص کا دل دکھایا اور اللہ نے اِس کی سزا دی۔ ایک آفت کے نتیجہ میں اُس کا باغ تباہ ہو گیا اور اب اُس کی کثیر نفری اُس کی مددگار نہ بن سکی۔ جن اسباب پر بھروسہ کیا تھا وہ کچھ کام نہ آئے۔ حسرت سے کہنے لگا کہ کاش میں نے رب کے ساتھ شرک نہ کیا ہوتا۔ یہ کون سا شرک ہے؟ یہ ہے مادہ پرستی اور اسباب پرستی کا شرک۔ اللہ ہمیں ہر قسم کے شرک اور دنیا داری کے دھوکہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

آیات ۴۵ تا ۴۶

حیاتِ زندگی کی حقیقت

اِن آیات میں حیاتِ دنیا کو ایک کھیتی سے تشبیہ دی گئی۔ آسمان سے پانی برستا ہے اور اِس کی وجہ سے زمین سے کھیتی اُگتی ہے۔ وہ رفتہ رفتہ اپنے عروج کو پہنچتی ہے۔ پھر سوکھ جاتی ہے اور چورا چورا ہو کر زمین میں مل جاتی ہے۔ کھیتی کی عمر چند مہینے ہوتی ہے اور انسانی زندگی کی چند سال۔ اللہ انسان کی روح بھیجتا ہے اور یہ خاکی وجود کے ساتھ مل کر انسان کی تکمیل کرتی ہے۔ انسان دنیا میں آتا ہے اور اپنے عروج یعنی جوانی کو پہنچتا ہے۔ رفتہ رفتہ بوڑھا ہوتا ہے اور پھر موت

سے دوچار ہوکر سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے۔ گویا انسان کا اپنی زندگی پر کوئی اختیار نہیں ؎

لائی حیات آئے ، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے ، نہ اپنی خوشی چلے

مختارِ مطلق ہستی صرف اللہ کی ہے جس کے ہاتھ میں انسان کی زندگی اور موت ہے۔ مال اور اولاد دنیا میں انسان کے لیے زیب وزینت کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن مرنے کے بعد ساتھ نہیں رہتے۔ ساتھ رہنے والا انسان کا عمل ہے۔ نیک اعمال ہی ہیں جن سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں اور جو انسان کے لیے بہترین اجر کا باعث بنیں گے۔ اللہ ہمیں اِس دنیا میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیات ۴۷ تا ۴۹

قیامت کا منظر

اِن آیات میں قیامت کے دن کا منظر بیان کیا گیا ہے۔ اُس روز پہاڑوں کو بادلوں کی طرح چلا کر اڑا دیا جائے گا۔ زمین چٹیل میدان کی صورت میں ہموار کر دی جائے گی۔ اب حضرت آدمؑ سے لے کر آخری انسان تک کو زندہ کر کے حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح عہدِ الست کے وقت تمام ارواحِ انسانیہ جمع کی گئیں تھیں اِسی طرح آج دوبارہ تمام انسان ایک ساتھ جمع ہیں۔ اب ہر انسان کو اُس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ مجرم اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر پچھتائیں گے۔ وہ حیرت سے کہیں گے کہ اِس میں تو ہر چھوٹا اور بڑا عمل درج ہے۔ اللہ ہمیں اِس دنیا میں کثرت سے نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم اپنے نامۂ اعمال کو سیاہی سے بچانے کی کوشش کرسکیں۔ آمین!

آیات ۵۰ تا ۵۳

شیطان کی پیروی کرنے والوں کا برا انجام

اِن آیات میں میں قصۂ آدم وابلیس کا بیان ہے۔ ابلیس جنات میں سے تھا۔ اُس نے اللہ

کے حکم کی نافرمانی کی اور حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اور اُس کی اولاد حضرت آدمؑ اور تمام انسانوں کی ازلی دشمن ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت نے اپنے اِن دشمنوں کو دوست بنا رکھا ہے اور اِن کی پیروی کر رہے ہیں۔ زمین اللہ کی ہے لیکن اِس کے بڑے حصے پر شیطانوں کی پیروی کی جارہی ہے۔ انسانوں کی اکثریت نے اطاعت میں اللہ کے ساتھ شیطانوں کو شریک کر رکھا ہے۔ روزِ قیامت اللہ پکار کر کہے گا اے شیطان کی پیروی کرنے والو! پکارو مدد کے لیے اُن شیطانوں کو جن کو تم نے اللہ کے ساتھ شریک کر رکھا تھا۔ وہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہیں آئے گا۔ اب وہ جہنم کو دیکھیں گے اور اِس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

آیات ۵۴ تا ۵۶

انسانوں کی اکثریت ہٹ دھرم اور جھگڑالو ہے

اِن آیات میں واضح کیا گیا کہ اللہ نے تو انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآنِ حکیم میں ہر مثال بیان کر دی لیکن انسانوں کی اکثریت نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور جان بوجھ کر حق سے گریز کیا۔ اللہ نے تو اُنہیں عذاب سے بچانے کی ہر سبیل کی لیکن لوگوں نے اللہ کی رحمت سے رخ پھیر کر وقتی لذتوں کو ترجیح دی اور برباد ہونے کی راہ اختیار کی۔ اللہ نے بار بار رسول بھیجے لیکن قوموں نے اُن سے جھگڑا کیا اور باطل کے مقابلہ میں حق کو دبانے کی کوشش کی۔ رسولوں کی طرف سے بداعمالیوں پر برے عذاب کی وعید کو مذاق سمجھا اور آخر کار برے انجام سے دوچار ہوئے۔

آیات ۵۷ تا ۵۹

سب سے بڑا ظالم کون ہے؟

اِن آیات میں آگاہ کیا گیا کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جسے قرآن کے ذریعہ نصیحت کی جائے لیکن وہ پھر بھی اصلاح پر آمادہ نہ ہو۔ ایسے لوگوں کو اللہ حق قبول کرنے کی سعادت سے محروم

کر دیتا ہے۔ پھر وہ کبھی بھی ہدایت نہیں پا سکتے۔ البتہ اللہ اِس سے پہلے مہلت دیتا ہے تا کہ اپنی روش پر اظہارِ ندامت کر کے توبہ کرلیں۔ اگر اللہ مہلت نہ دیتا تو انسانوں کی اکثریت فوری عذاب کا شکار ہو جاتی۔ جن بدنصیبوں نے اللہ کی دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا وہ ہلاکت سے دوچار ہوئے۔ اللہ ہمیں اپنے گناہوں پر سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے' دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

آیات ۶۰ تا ۸۲

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا قصہ

اِن آیات میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ قصہ تین ایسے واقعات پر مشتمل ہے جن کا ظاہر شر محسوس ہو رہا تھا لیکن اُن کی حقیقت خیر تھی۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے علمِ تشریعی عطا فرمایا تھا اور حضرت خضرؑ کو علمِ تکوینی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کو علمِ تکوینی کے چند مظاہر دکھانا چاہتے تھے۔ اِس کے لیے حضرت موسیٰؑ کو ایک خاص مقام پر جا کر حضرت خضرؑ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو آگاہ کیا کہ میرے ساتھ سفر کے دوران آپ چند ایسے امور دیکھیں گے جن پر صبر کرنا ممکن نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں صبر کر سکوں گا۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ جب تک میں کسی معاملہ کی حقیقت نہ بتا دوں آپ اِس کے بارے میں سوال نہ کیجیے گا۔ اُن دونوں نے سفر کا آغاز کیا اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے۔

کشتی میں سفر کے دوران حضرت خضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ نکال کر پھینک دیا۔ بظاہر یہ کام ظلم تھا لیکن حضرت خضرؑ نے وضاحت کی کہ ایک بادشاہ صحیح سالم کشتیوں کو غصب کرتا آ رہا تھا۔ اگر یہ کشتی سالم ہوتی تو بادشاہ چھین لیتا۔ گویا ایک تختہ ضائع ہو گیا لیکن پوری کشتی بچ گئی۔ کشتی سے اترنے کے بعد حضرت خضرؑ نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ بظاہر یہ قتلِ ناحق تھا لیکن حضرت خضرؑ

نے بتایا کہ اِس لڑکے نے بڑے ہوکر اپنے والدین کے لئے وبالِ جان بننا تھا۔ وہ اپنا بھی نامۂ اعمال سیاہ کرتا اور والدین کو بھی پریشان کرتا۔ اللہ تعالیٰ والدین کو اِس سے بہتر بچہ عطا فرمائے گا۔ اِس کے بعد حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ ایک بستی میں پہنچے۔ بستی والوں نے اِن مسافروں کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ حضرت خضرؑ نے بستی میں ایک ایسی دیوار تعمیر کر دی جو بالکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے اعتراض کیا کہ آپ نے بغیر معاوضہ کے بخیل بستی والوں کا یہ کام کر دیا۔ حضرت خضرؑ نے وضاحت کی کہ اِس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کی وراثت ایک خزانہ کی صورت میں دفن ہے۔ اگر دیوار گر جاتی تو وہ خزانہ بخیل بستی والوں کے ہاتھ میں آ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ دیوار تعمیر کرا دی تاکہ حق داروں کو اُن کا حق مل جائے۔ آخر میں حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ اللہ کے حکم سے کیا اور یہ سب اللہ کی رحمت کے مظاہر ہیں۔ گویا اِس قصہ کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ واقعات کا ظاہر کچھ ہوتا ہے لیکن اُن کی حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

اللہ ہمیں ظاہر پرستی سے محفوظ فرمائے اور اشیاء کی اصل حقیقت کو دیکھنے کے لیے حکمت یعنی باطنی بصیرت عطا فرمائے۔ آمین

حقیقی مسلمان کون ہے؟

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ
مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہ عَنْہُ (بخاری)

”حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مہاجر وہ ہے جو چھوڑ دے اُس عمل کو جس سے اللہ نے روکا ہے“۔

اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے!

یَا لَیْتَنِیْ قَدْ لَقِیْتُ اِخْوَانِیْ! قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَسْنَا اِخْوَانَکَ وَ اَصْحَابَکَ ؟ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنَّ قَوْمًا یَّجِیْئُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ، یُؤْمِنُوْنَ بِیْ اِیْمَانَکُمْ، وَیُصَدِّقُوْنِیْ تَصْدِیْقَکُمْ، وَیَنْصُرُوْنِیْ نَصْرَکُمْ، فَیَالَیْتَنِیْ قَدْ لَقِیْتُ اِخْوَانِیْ

''اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے! صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی اور ساتھی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن یہ وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایسے ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہو اور میری اُسی طرح تصدیق کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے، تو اے کاش میں ملتا اپنے بھائیوں سے''! (مسندِ ابنِ ابی شیبہ)

اپنے بھائی کی مدد کرو!

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَاَیْتَ اِذَا کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ قَالَ تَحْجُزُہٗ اَوْ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ (بخاری، مسلم)

''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم''۔ اِس پر ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اُس کی مدد کروں گا اگر وہ مظلوم ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ اُس کی مدد میں کیسے کروں اگر وہ ظالم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''اُس کا ہاتھ پکڑ لو یا اُسے روک دو ظلم کرنے سے، پس بے شک یہ ہے اُس کی مدد کرنا''۔